علامہ ابن تیمیہؒ کا تفسیری ورثہ

جناب ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی

(۲)

اسرائیلیات سے متعلق علامہ کا موقف اسرائیلیات سے مراد وہ تمام روایات وخرافات ہیں جو یہود و نصاریٰ کے ذریعے مسلمانوں میں داخل ہوگئیں ۔ جن کے اہم اسباب یہ ہیں کہ یہود ونصاریٰ کے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے ان کی باتوں کا مسلمانوں کے یہاں ایک خاص وزن تھا ، چنانچہ بعض راویوں نے قرآن کی جن مجمل باتوں کی تفسیر یا تفصیل اہل کتاب سے ملی اُسے روایت کر دیا ۔ ایک حدیث میں رسول اللہؐ نے بنی اسرائیل سے روایت کرنے کی اجازت بھی دے دی تھی ۔ اس کے علاوہ بہت سے اہل کتاب مسلمان ہوئے ۔ ان کے ذریعے بہت سی اسرائیلی روایات داخل ہوگئیں ، نیز بہت سی اسرائیلیات بطور استشہاد قبول کی گئیں ۔

اسرائیلیات کے سلسلہ میں علمائے تفسیر کے رویہ میں اختلاف رہا ہے ۔ علامہ ابن تیمیہؒ کا موقف اس سلسلہ میں کافی متوازن ہے ۔ انہوں نے اس طرح کی روایات کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے ۔

ایک وہ روایات ہیں جن کی تصدیق قرآن واحادیث سے ہوتی ہے ان کی صحت وقبولیت میں کوئی کلام نہیں ۔

دوسرے وہ روایات جن کے برسر غلط ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے متصادم ہیں ۔

تیسری قسم وہ روایات ہیں جو پہلے یا دوسرے گروہ میں نہیں آتیں یعنی جن کی تصدیق یا تکذیب قرآن وحدیث سے نہیں ہوسکتی ہم بھی ایسی روایات کی نہ تو تصدیق کریں گے نہ تکذیب ، ان کی روایت

اگرچہ جائز ہے لیکن اس طرح کی اکثر روایات ایسی ہیں جن کے ذکر سے کوئی دینی فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ عام طور سے یہ اہم چیزوں سے توجہ ہٹانے کا سبب بنتی ہیں۔[1]

متقدمین کی تفاسیر کا جائزہ ایک سوال کے جواب میں کہ زمخشری، قرطبی، بغوی اور دوسری تفسیروں میں سے کون سی کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہے ابن تیمیہؒ نے متقدمین کی بعض تفسیروں سے متعلق جو رائے دی ہے وہ ایک طرح سے مختصر لیکن نہایت مفید جائزہ ہے اور متقدمین کی تفسیروں سے استفادہ کرنے والوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ علامہ کا جواب درج ذیل ہے:

"ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے، جو تفاسیر متداول ہیں ان میں سب سے زیادہ صحیح محمد ابن جریر طبریؒ کی تفسیر ہے۔ وہ پختہ سندوں سے سلف کے اقوال کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ بدعت سے پاک ہے اور مجروح راویوں مثلاً مقاتل بن کبیر اور الکلبی وغیرہ سے کوئی چیز نقل نہیں کرتے۔

ایسی بہت سی تفسیریں ہیں جن میں روایات بغیر سند کے ہیں۔ مثال کے طور پر عبد الرزاق، عبد بن حمید، وکیع، ابن قتیبہ، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کی تفسیریں۔

رہیں وہ تفسیریں جن کا نام لے کر سائل نے دریافت کیا ہے تو ان میں سے بغوی کی تفسیر بدعات اور ضعیف روایتوں سے سب سے زیادہ پاک ہے۔ لیکن (اصلاً) وہ ثعلبی کی تفسیر کا اختصار ہے جس سے انہوں نے موضوع احادیث کو حذف کر دیا ہے اور بدعات اور دوسری بہت سی چیزوں کو نکال دیا ہے۔

جہاں تک واحدی کا تعلق ہے تو وہ ثعلبی کے شاگرد ہیں لیکن عربی دانی میں ان سے بڑھ کر ہیں۔ ثعلبی خود بدعات سے محفوظ ہیں مگر دوسروں کی تقلید میں کچھ ذکر کر دیتے ہیں۔ ان کی تفسیر اور واحدی کی تفسیر البسیط، الوسیط اور الوجیز میں بڑے کام کی چیزیں ہیں، لیکن ان میں باطل روایات کا انبوہ بھی ہے۔

زمخشری کی تفسیر خلاف سنت نو ایجاد چیزوں سے پُر ہے۔ نیز معتزلہ کے اصولوں کے مطابق اس میں صفات اور رویت باری کا انکار، قرآن کا مخلوق ہونا اور اللہ تعالیٰ کا کائنات سے بے پروا اور بندوں کے افعال کا خالق نہ ہونا جیسے خیالات پائے جاتے ہیں۔

---

[1] ابن تیمیہ۔ مجموع فتاویٰ جلد ۱۳ ص ۳۴۵، ۳۴۶

قرطبی کی تفسیر اس سے کہیں بہتر ہے ۔ یہ اہلِ قرآن و سنّت کے طریقہ پر اور بدعات سے بہت دور ہے ۔ یوں ان ساری تفاسیر میں قابلِ تنقید چیزیں بھی ہیں، لیکن خوب و ناخوب کے فیصلے میں عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے ۔

ابن عطیہ کی تفسیر بھی زمخشری کی تفسیر سے اچھی ہے اور روایت و بحث میں اس سے بہتر، نیز بدعات سے دُور ہے، گوکہ چند ایک اس میں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن زمخشری سے بہت ہی اچھی ہے، بلکہ ان تمام تفسیروں میں یہ سب سے زیادہ قابلِ ترجیح ہے ۔ تاہم ابن جریر کی تفسیر ان تمام تفسیروں میں صحیح ترین ہے ۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی (قابلِ ذکر) تفسیریں ہیں مثلاً ابن الجوزی اور الماوردی کی تفسیریںؒ

قرآن کے معجزانہ پہلو قرآنِ کریم عربوں میں نازل ہوا جنہیں اپنی زبان پر اس قدر ناز تھا کہ اپنے سوا ساری دُنیا کو عجم (گونگے) کہتے تھے، شعر و شاعری کے سالانہ مقابلے ہوا کرتے تھے اور سال کے سب سے بہتر شاعری کی تخلیق کو درِ کعبہ پر آویزاں کیا جاتا تھا ۔ قرآن کریم نے فصاحت و بلاغت اور زبان و بیان کا وہ الٰہی معیار پیش کیا جس کے آگے ان کی شعری تخلیقات بازیچۂ اطفال نظر آنے لگیں ۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے چوٹی کے شعراء نے قرآن سن کر شاعری ہی ترک کردی ۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ قرآن اس لحاظ سے معجزہ ہے کہ اتنا فصیح و بلیغ کلام اور اس طرزِ بیان کا نمونہ پیش کرنا انسان کے بس سے باہر ہے اور قرآن کے بار بار للکارنے کے باوجود اس سے قاصر رہے، جو ایک، آدھ کوششیں سامنے آئیں ان کی حیثیت مسخرا پن کے سوا کچھ بھی نہیں ۔

یہ صحیح ہے کہ قرآن زبان و بیان اور فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ ہے اور اس کا بدل نہیں پیش کیا جاسکتا ۔ اس لحاظ سے عرب اور عربی دانوں کے لیے معجزہ ہے ۔ لیکن قرآن کا اعجاز صرف اسی ایک پہلو تک محدود نہیں ہے ۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے قرآن کے مختلف معجزانہ پہلوؤں کی طرف اشارے کیے ہیں، جن میں سے ہر ایک کو اگر تفصیل سے لکھا جائے تو اس پر مستقل کتاب بن سکتی ہے ۔

علامہ ابن تیمیہؒ کے مطابق معجزات کے لیے معجزات کا لفظ قرآن و سنّت میں موجود نہیں ہے،

لہ ابن تیمیہؒ مجموع فتاویٰ جلد ۱۳ ص ۳۸۵ - ۳۸۸

بلکہ اس کی جگہ قرآن نے آیۃ، بیّنہ اور برہان کے لفظ استعمال کیے ہیں۔ اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے معجزات کے لیے یہ الفاظ مناسب ترین ہیں۔ کیونکہ اللہ کی یہ نشانیاں اس کے رسولوں کی صداقت وحقانیت کی نشانی، نبوت اور دلیل ہوتی ہیں۔ علامہ نے مختلف آیات سے اس سلسلہ میں استشہاد کیا ہے[1]۔

قرآن کریم کے اعجازی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ "قرآن کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سب سے روشن نشانیوں میں سے ہے جو آپؐ کی شریعت کی طرح قیامت تک باقی رہنے والی ہے[2]۔" قرآن مختلف وجود سے معجزہ ہے مثلاً الفاظ کا استعمال، نظمِ کلام، فصاحت وبلاغت، وہ معانی واحکام جن کا اس نے حکم دیا، اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اسماء وصفات وغیرہ کا ذکر، اخبارِ غیب جو گذشتہ وآئندہ کے بارے میں اس نے بتلائیں، حیاتِ اُخروی کی باتیں اور اس پر یقینی وعقلی دلائل کا انبار، غرضیکہ لوگوں نے جو بھی وجہِ اعجاز بیان کیا ہے اس لحاظ سے وہ معجزہ ہے، اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ حقیقت میں ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق کسی ایک اعجازی پہلو پر متنبہ ہوا[3]۔

خلاصہ کلام یہ کہ اپنے معانی ومطالب کے اعتبار سے قرآن کا اعجازی پہلو اس کے زبان وبیان کے معجزہ سے کہیں بڑھ کر ہے، نوعِ انسانی کے سارے دانشور اس طرح کے معانی پر مشتمل کلام پیش کرنے سے عاجز ہیں[4]۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر معلوم ہوتی ہے کہ مدرسۃ الاصلاح کے سابق شیخ التفسیر مرحوم مولانا داؤد اکبر اصلاحی نے قرآن کے معنوی اعجاز پر پورا ایک رسالہ سپرد قلم کیا ہے، جس میں مختلف دلائل سے ثابت کیا ہے کہ قرآن کا اصل معجزہ اس کے مضامین ہیں جو اس کے عالمی وابدی ہدایت نامہ ہونے کا تقاضا ہے[5]۔

---

[1] ابن تیمیہؒ "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" بدون مقام، مکتبۃ المجد التجاریہ بدون تاریخ الجزء الرابع ص ۶۶، ۶۸۔

[2] ایضاً ص ۷۰ [3] ایضاً ص ۷۴، ۷۵۔

[4] ایضاً ص ۷۸

[5] اصلاحی داؤد اکبر، قرآن مجید کا چیلنج، دائرۃ المصنفین، مبارک پور ۱۹۷۲ء

کچھ دیگر اہم مضامین علامہ ابن تیمیہؒ کے یہاں قرآنیات سے متعلق کچھ اور اہم تحریریں اور نکتے بھی پائے جاتے ہیں۔ خاتمۂ کلام سے قبل ان میں سے چند کی طرف اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۴ کے چھ صفحات پر علامہ نے یہود اور بعض مسلمان مؤرخین کے اس دعوے کی تردید کی ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں، آپ نے مختلف دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اصل ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں[1]۔ متاخرین میں امام حمید الدین فراہیؒ نے اس موضوع پر پورا ایک رسالہ سپرد قلم کیا ہے اور موضوع کا حق ادا کر دیا ہے[2]۔ دونوں میں موازنہ اور یہ کہ مولانا فراہیؒ علامہ ابن تیمیہؒ کی رایوں سے کہاں تک آگاہ و متاثر تھے، جانچنے کے لیے ایک الگ مضمون کی ضرورت ہے۔

اسی طرح اقسام القرآن پر بھی علامہ ابن تیمیہؒ نے بڑی قیمتی بحث کی ہے[3]۔ علامہ کے شاگرد ابن القیم کی اس پر ایک مکمل کتاب ہے[4]۔ اپنی ایک کتاب میں امام بخاری نے بھی اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے[5]۔

مجموع فتاویٰ میں ہم کو "قرآن کے سات حروف میں نازل ہونے کا مطلب" "محکم و منسوخ کی قسمیں"، "معنی و تاویل میں فرق" "ترجمۂ قرآن" "ترتیب سُور" "مختلف سورتوں کے تجزیے، نظم اور مرکزی مضامین" وغیرہ جیسے اور بہت سے موضوعات ملتے ہیں[6] جن پر گفتگو اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں۔

تحقیق اور تالیف و ترتیب کی ضرورت علامہ ابن تیمیہؒ کی تفسیری ورثہ کے متعلق دو چیزوں کی ضرورت

۱؎ ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ جلد ۴ ص ۳۳۱-۳۳۶۔

۲؎ فراہی، حمید الدین، الرای الصحیح فی من ہو الذبیح دار المصنفین، اعظم گڈھ ۱۳۲۸ھ

۳؎ ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ جلد ۱۳ ص ۳۱۴-۳۲۸

۴؎ ابن القیم، التبیان فی اقسام القرآن، دار المعرفۃ بیروت، بدون تاریخ۔

۵؎ فراہی، حمید الدین، الامعان فی اقسام القرآن، دار المصنفین، اعظم گڈھ ۱۳۴۹ھ

۶؎ ان مضامین کے لیے مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ کی چھ جلدیں ۱۲ تا ۱۷ ملاحظہ ہوں خاص طور سے تیرھویں ۱۳ جلد۔

راقم السطور شدت سے محسوس کرتا ہے۔ایک یہ کہ اس کو ریسرچ اور تحقیق کا موضوع بنا کر ان کی تحریروں کا علمی وتنقیدی جائزہ لیا جائے کہ کہاں تک علامہ نے اپنی تحریروں میں طبعی وتخلیقی مواد پیش کیا ہے اور کہاں تک متقدمین کی کاوشوں سے فائدہ اُٹھایا ہے۔کیونکہ علامہ نے خود تحریر کیا ہے کہ کبھی کبھی ایک آیت کی تفسیر سمجھنے کے لیے اُنہوں نے سینکڑوں تفاسیر کی ورق گردانی کی ہے اور جب کسی طرح گرہ کشائی نہیں ہوئی تو کسی دُور افتادہ مسجد میں پہنچ کر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر "یا معلّم آدم وابراہیم علمنی، ویا معلّم ابراہیم فہمنی کا ورد کیا ہے[1]

عربی میں "ابن تیمیہؒ وجہودہ فی التفسیر" کے عنوان سے ابراہیم خلیل برکۃ نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے لیکن دو سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں اصل موضوع پر مشکل سے ساٹھ صفحے صرف کیے گئے ہیں[2]۔ علم تفسیر سے متعلق علامہ ابن تیمیہؒ کی خدمات کو دیکھتے ہوئے مذکورہ کتاب نہایت تشنہ معلوم ہوتی ہے۔ضرورت ہے کہ اس کو باقاعدہ تحقیق کا موضوع بنایا جائے۔

دوسری چیز جس کو راقم شدت سے محسوس کرتا ہے وہ یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہؒ کی ساری تحریروں کا جائزہ لے کر قرآنی ترتیب سے ان کی تفسیر مرتب کی جائے۔اس مضمون کے شروع میں "دقائق التفسیر" کے عنوان سے اس طرح کی ایک کوشش کا ذکر آیا ہے۔لیکن مختلف وجوہ سے راقم محسوس کرتا ہے کہ یہ کوشش بھی ناقص ہے۔اس کے مقدمہ میں مرتب نے بڑے دعوے کیے ہیں مثلاً یہ کہ اس کام پر انہوں نے دس سال صرف کیے۔انہوں نے علامہ کی ساری کتابوں کا جائزہ لے کر اسے مرتب کیا ہے۔انہوں نے ہر تفسیر کے ماخذ کو درج کیا ہے،غلطیوں کی تصحیح کی ہے وغیرہ۔مگر کتاب پڑھنے کے بعد یہ سارے دعوے کھوکھلے معلوم ہوتے ہیں۔انہوں نے اس کام پر کتنے سال صرف کیے اور ان سالوں میں کتنا وقت واقعی اس کام پر دیا اس کا علم تو نہیں ہو گا،مگر سوائے چند ایک اضافے جو علامہ کی کتابوں میں یکجا مل گئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرتب ومحقق نے مجموع فتاویٰ کی پانچ جلدیں ۱۳ تا ۱۷ الگ سے شائع کر دی ہیں،پہلی جلد میں حوالے بھی

---

[1] ابن الہادی - العقود الدریۃ ص ۲۶

[2] برکۃ ابراہیم خلیل، ابن تیمیہ وجہودہ فی التفسیر بیروت المکتبۃ الاسلامی ۱۹۸۴ء کل صفحات ۲۰۰۔

اکثر غائب ہیں۔ بظاہر کتاب نہایت صاف و خوبصورت انداز پر شائع ہوئی ہے۔ مگر مطبع کی غلطیوں کے علاوہ کئی جگہوں پر سطروں بلکہ پوری فصل کی تکرار ہے۔ مرتب کی علمی دیانت یا بے خبری کا یہ حال ہے کہ اس سے پہلے ابن تیمیہؒ کی تفسیر سے متعلق جو یک جا مجموعے شائع ہو چکے تھے، ان کا انہوں نے مقدمہ میں ذکر نہیں کیا۔ مولانا عبد الصمد شرف الدین کی تحقیق و ترتیب سے شائع ہونے والی چھ سورتوں کی تفسیر کو دقائق التفسیر کے جامع نے مع ان کے ملاحظات کے شامل کر لیا ہے، لیکن اندر حاشیہ میں معمولی تذکرہ کے سوا کہیں ذکر نہیں، حالانکہ مقدمہ میں اس بات کو واضح طور سے شکریہ کے ساتھ دینا چاہیے تھا۔

اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کہ اسے اور مکمل بنایا جا سکتا ہے ایک مثال پیش ہے۔ اس مجموعہ میں کئی چھوٹی سورتوں کے ساتھ ساتھ سورۃ الفیل کی تفسیر بھی غائب ہے۔ حالانکہ علامہ ابن تیمیہؒ کی کتاب "الرائی الصیح لمن بدل دین المسیح" کے جزء چہارم میں دو صفحات پر مشتمل اس کی اچھی تفسیر موجود ہے[1] جس کو اس مجموعہ میں شامل کیا جا سکتا تھا۔ توقع ہے کہ علامہ کی ساری کتابوں کا بغور جائزہ لینے سے "دقائق التفسیر" کی بہت سی کمیوں کو پورا کر کے "تکمیل الدقائق" ظہور میں آ سکتی ہے۔

---

[1] ابن تیمیہ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح۔ الجزء الرابع ص ۱۲۲-۱۲۳۔